صُوفی تبسم مرحوم

دو دوست

٭

بخاری اور سالک

بخاری اور سالک پرانے دوست تھے، دونوں میں اشتراکِ ذوق تھا، دونوں ایک دوسرے کے ہمنوا تھے اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ دونوں کے دل خلوص سے لبریز تھے،

مطمح نظر ایک تھا۔ زندگی کے کاروبار میں ایک دوسرے کو سمجھتے اور بھانپتے تھے، میدان عمل میں مدتوں ایک دوسرے کا ساتھ رہا تھا، انگریزی عملداری میں اجنبی سیاست کے ہاتھوں ملک وملت کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں بھی جھیلیں تھیں، رفیقانِ کار و یارانِ طریقت کی محفلوں میں بیٹھ کر جسمانی تکان و ذہنی کوفت دور کرنے کے لئے باہم مل کر قہقہے بھی لگاتے تھے اور بقول حافظ

بفراغِ دل زمانی نظرے بماہ روی

کبھی کبھی یہ دو یاران یک دل ایک ساتھ بیٹھ کر دل کی اشتیاق انگیزیوں میں گرم گرم آنسو بھی بہاتے اور گدازِ قلب و رقتِ دل سوزی کے مزے بھی اٹھاتے تھے لیکن انسانی قدم کبھی کبھی ڈگمگا بھی جاتے ہیں اور دلوں کی یگانگت کے باوجود نگاہیں مختلف سمتوں پر پڑتی ہیں۔ موڑ ہو نہ ہو دوراہے کہیں نہ کہیں نکل ہی آتے ہیں۔

اے کہ ہمراہ موافق زجہاں می طلبی
آں قدر باش کہ عنقاز سفر باز آید

بخاری اور سالک میں کسی بات پر اختلاف ہوا اور باوجود انتہائی الفت قلبی، یگانگت اور باہمی موانست ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔

لیکن قدم کتنے ہی الگ کیوں نہ ہوں، دلوں کی وابستگی ہمیشہ اپنا اثر دکھاتی ہے۔ خلوص شرط ہے ایک بار دو ملے ہوئے دل جدا ہو کر بھی دیرینہ پیوستگی کی کسک غیر شعوری طور پر گلہ و شکایت سے گزر کر تلخ گوئیوں کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ لیکن یہ تمام باتیں ملاپ کی ایک دبی ہوئی امنگ کا پتہ دیتی ہیں اور دو دلوں کے خفیہ جذبات کسی غیر مخلصانہ سعی و کوشش کا سہارا ڈھونڈتے نظر آتے ہیں۔ یہی حال بخاری و سالک کا تھا۔ وہ جب کبھی دوستوں میں بیٹھتے تو ایک دوسرے کو ضرور یاد کرتے۔ اس یاد میں تلخی بھی ہوتی۔ مگر اس تلخی میں ہمیشہ اخلاص مندانہ دوستی کی شیرینی بھی ہوتی۔

بخاری اور پطرس

حصول آزادی کے بعد پروفیسر پطرس ریڈیو چھوڑ کر لاہور آئے اور گورنمنٹ کالج کے انتظامی امور کی باگ ڈور سنبھالی۔ علم و ادب کے اجتماعوں کے ساتھ ساتھ دوستوں کی محفلیں گرم ہوتیں۔ سالک صاحب سے

توروز کا ملنا تھا۔ لیکن جب کبھی بیٹھے کوئی دوست کوئی گرم گرم تڑپتا ہوا شعر سناتا اور اس شعر کی جذباتی کسک دلوں کو گدگدانے لگتی اور احساسات کی والہانہ کیفیت سرور و سوز اور سوز و ساز کی ایک دنیا بسا دیتی تو یک لخت اس کے کسی نہ کسی گوشے میں ایک خلاء سا محسوس ہونے لگتا۔ اور شاہ جی یاد آجاتے۔ اور پھر ان کے یاد آتے ہی احباب ایک اور ہی فضا میں کھو جاتے اور پھر جب ہوش میں آتے تو پطرس میری طرف گھور کر دیکھتے گویا اس خلاء کا میں ہی پیدا کرنے والا تھا۔

ایک دن تنہائی میں میں نے سارا قصہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا ابھی امرتسر جاؤ اور شاہ جی کو ہمراہ لے آؤ۔ آج سہ پہر کو یہ اجتماع ہو کے رہے گا۔ حسب معمول دوستوں کو ٹیلی فون پر اطلاع کر دی گئی۔ میں نے شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔ آج زندہ دلانِ پنجاب یعنی احباب کی تیسویں سالگرہ ہے۔ تین بجے سہ پہر کو شاہ جی پطرس کی کوٹھی کے فراخ صحن میں بیٹھے احباب کا انتظار کر رہے تھے۔ سالگرہ کی تقریب کا وقت قریب آرہا تھا۔ پطرس اور میں چپکے سے سالک صاحب کے مکان پر گئے اور انہیں کار میں سوار کیا اور چل پڑے۔

موٹر کی رفتار دھیمی تھی اور پطرس اس روز معمول سے زیادہ باتیں کر رہے تھے۔ نثر سے زیادہ شعر میں گفتگو ہو رہی تھی۔ وہ بار بار حافظ کا یہ شعر دہراتے اور خود ہی واہ واہ کہتے چلے جا رہے تھے۔

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الاّ حدیث یار کہ تکرار می کنیم

اچانک پطرس نے کہا "سالک صاحب! ولایت کے کسی صاحب ذوق ستم ظریف پبلشر نے اپنے ملک کے مختلف برگزیدہ مصنفوں سے "میرا عقیدہ" کے موضوع پر مضامین لکھوائے ہیں۔ واللہ لوگوں نے کیا کیا مزے کی باتیں کی ہیں۔ بار بار انہیں پڑھنے کو جی چاہتا ہے، کہتا ہے کہ:

"اگر کبھی مجھے دو چیزوں میں سے ایک کو انتخاب کرنا پڑے (ملک و دوست) تو اللہ سے دعا ہے مجھے اتنی ہمت دے کہ دوست کا ساتھ نہ چھوڑوں"

بات ہے تو کافرانہ اور مجرمانہ لیکن ظالم نے کیا بات کہہ دی ہے۔ ہم شعر چھوڑ کر اسی فقرے میں کھو گئے۔

تھوڑی دیر بعد موٹر کوٹھی میں داخل ہوئی۔ عطاء اللہ شاہ بخاری کوٹھی کے باہر ایک وسیع صحن کے گوشے میں دوستوں میں بیٹھے مصروف گفتگو تھے۔ سالک نے زمین پر قدم رکھا۔ بخاری چند لوگوں میں کیا ہزاروں میں چھپ نہ سکتے تھے۔ سالک نے ایک نظر میں انہیں دیکھ لیا اور بے ساختہ بول اٹھے۔

"اچھا یہ بات ہے"

اب وہ ہم سے بہت آگے تیز تیز چل رہے تھے شاہ جی کا رخ دوسری طرف تھا۔ وہاں پہنچتے ہی انہوں نے شاہ جی کے کندھوں پر ہاتھ رکھا، انہوں نے گھبرا کر پیچھے کی طرف دیکھا، سالک کھڑے تھے، بولے: "سبحان اللہ!

چوں او آمد در آمد از در آتش

دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ نہ جانے کتنی آہیں تھیں جو سینوں کی اتھاہ گہرائیوں سے ابھریں، کتنے آنسو تھے جو بہہ گئے، آخر پطرس آگے بڑھے اور دونوں کو بٹھا دیا۔ سالک نے کہا بخاری! شعر تو روز پڑھتے ہیں۔ مدت ہوئی کوئی اچھا شعر نہیں سنا، سناؤ۔۔۔۔ ابھی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ میں نے یہ شعر پڑھا۔

دو دوست قدر شناسند عہد صحبت را
کہ مدتے ببریدند و باز پیوستند

بخاری نے پوچھا نظیری ہے۔ میں نے کہا نہیں سعدی، اس پر انہوں نے نظیری کی یہ غزل چھیڑی

چہ خوش است از دو یک دل سرِ حرف باز کردن
سخنِ گزشتہ گفتن گلہ را دراز کردن

اور جب وہ اس شعر پر پہنچے

تو اگر بجور سوزی جفاء زمن نیاید
بجز از دو دعاء جانت زسر نیاز کردن

دونوں کی نظریں ایک بار پھر ملیں، دونوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا، اللہ جانے یہ آنسو کب کے رکے ہوئے تھے۔ وہ انہیں مسرت کی ہنسی میں چھپانے کی کوشش کرتے رہے لیکن نہ چھپا سکے۔

محفل پر خاموشی طاری تھی، دفعتاً شاہ جی نے ایک گہری آہ کھینچی اور مسکرا دیئے سبحان اللہ یہ تیسویں سالگرہ ہے، اللہ کرے ایسی سالگرہ روز ہو اور میں اور سالک مل بیٹھیں۔

کتنا پر خلوص تھا یہ دل جہاں سے یہ آواز نکلتی تھی۔

تاریخ ہائے وفات

۱۹۶۱ء

(۱) مفتاح شریعت عطاء اللہ شاہ۔ (۲) والا رتبہ سید عطاء اللہ شاہ فوت شد۔ (۳) رفتن امیر شریعت۔ (۴) مخزن علوم شہ بخاری۔ (۵) شام غم علامہ روزگار۔ (۶) مقبول دوران سید عطاء شاہ خلد آشیاں۔ (۷) عطار نطق سید عطاء اللہ شاہ خلد آشیاں۔ (۸) سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور علیٰ نور۔ (۹) علامہ روزگار امیر شریعت عطاء اللہ جا۔ (۱۰) علم دین امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ۔ (۱۱) جلال علما امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ۔ (۱۲) نگہ واپسین امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ۔ (۱۳) لوح مزار نیکو قلب امیر شریعت سید عطاء اللہ۔ (۱۴) مزار پر انوار سید قوم سید عطاء اللہ بخاری۔ (۱۵) مرقد منورۂ ابر عطا سید عطاء اللہ بخاری۔ (۱۶) مرقد منورہ عالم بعمل سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔ (۱۷) مرقد منورۂ پاک باطن امیر شریعت۔ (۱۸) مرقد منورۂ باب عطا امیر شریعت۔ (۱۹) مرقد منورہ کان جادو امیر شریعت۔ (۲۰) شستہ زبان خطیب شہیر۔ (۲۱) روشن خیال آتش بیان۔ (۲۲) ہفتِ زباں جادو بیاں سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔ (۲۳) مہر منیر جادو بیاں سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔

اختر واصفی